رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

بقیہ سفر نامہ حضرت خلیفۃ المسیح

(گذشتہ اشاعت سے پیوستہ)

کہ یہ بات شرافت سے کہاں تک بعید ہے۔ بلکہ بعض مولوی رئیس تو خود شہ دیتے تھے کہ بد معاش آدمی وہاں جاکر ایسی حرکتیں کریں ... جو کچھ حضرت اقدس کی تعلیم تھی وہ بدلی نہیں اوس میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی۔ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ خدا اور رسول کے مطابق فرمایا۔ اور اسلئے آپکی تعلیم کا ایک ایک نقطہ اٹل ہے ہم وہی ہیں جو پہلے تھے۔ لیکن خدا کا زبردست ہاتھ دنیا کو اپنے سلسلہ کی طرف کھینچ رہا ہے۔ وہی لوگ ہیں وہی تعلیم ہے۔ وہی خیالات ہیں وہی عمل ہیں۔ ہاں اگر فرق ہے تو یہ کہ وہ محسود وجود نہیں رہا۔ اب قتل بھی دنیا تو خدا کے برگزیدہ نبی کے مقابلہ اور ان کے حسد سے کیوں ہلاکت میں پڑتی ہے۔ مجھے بڑا افسوس اور سخت ہی افسوس

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ شہر کے بہت سے رؤساء اس موقعہ پر آئے تھے اور ان میں سے بعض اس سلسلہ کے سخت معاندین میں سے تھے۔ لیکن عام طور پر سب پر اثر نیک ہوا۔ اور سب نے معلوم کر لیا کہ اگر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنیوالا کوئی گروہ ہے تو وہ یہی فرقہ ہے۔

اس دن کی کاروائی نہایت عمدگی سے ختم ہوئی۔ دوسرے دن بھی جلسہ میں اچھی رونق تھی۔ میرا لکچر بارہ وفات پر تھا جو کہ انشاءاللہ رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپکر شائع ہو جاویگا۔ اس جگہ پر اوسکے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس دن بھی لوگوں پر بہت اثر ہوا اور ان کے دلوں میں وہ وحشت جو ہم سے رکھتے تھے کچھ دور ہوئی۔ جلسے کے ختم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد میں دہلی کو روانہ ہوا اور صبح آٹھ بجے کے قریب وہاں پہنچ گیا۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی پروپرائٹر و پبلشر کے شائع ہوا

یہی وہ شہر ہے کہ جس میں حضرت اقدس کی مخالفت نے اول ہی اول خطرناک صورت اختیار کی اور جہاں کے مشہور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ نے مسلمانوں میں مخالفت کا ایک عام جوش بھڑکا دیا مگر باوجود اس کے کہ حضرت صاحب کا شہر سے ایک خاص انس رہا ہے - آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں امید کرتا ہوں کہ دہلی کی کے بادفات بزرگوں کی روحیں ایک دن ضرور جوش میں آئینگی - اور انکی تڑپ سے یہ لوگ ہدایت پائیں گے - آپ فرماتے تھے کہ وہ شہر جہاں اس قدر اولیاء اور بزرگ دفن ہیں جنکی تعداد زندوں سے بڑھ گئی ہے کیا اس کے باشندوں کو خدا ہدایت کے بغیر چھوڑ دیگا - غرض ایسے شہر میں آنا میرے لیے ایک عجیب بات تھی اور کئی کیفیتیں پیدا کر رہی تھی - میں اس شہر میں جاتا ہوں جس کے لوگوں نے سب سے شہروں سے زیادہ حضرت اقدس کا مقابلہ کیا جس میں سوائے ایکدو آدمیوں کے کسی نے آپ کی سچائی کو قبول نہ کیا جس کے باشندوں نے آپ کے قتل کرنے کی ٹھانی جنھوں نے آپ کو کافر قرار دینے میں سب سے پیشقدمی کی اور پھر باوجود اسکے کہ جس شہر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محبت تھی جسکی نسبت آپ کا فیصلہ ایک مدت پہلے سے آپ کی زبان سے سن چکا تھا میرے سامنے ایک طرف تو قبروں کا وہ سلسلہ تھا کہ جس میں بڑے بڑے اولیاء مدفون تھے اور بڑے بڑے اقطاب و غوث امن کی نیند سو رہے تھے - اور دوسری طرف وہ لوگ نظر آتے تھے جنکو خدا و رسول سے کچھ تعلق ہی نہیں جو ہر وقت دنیا کے دہندوں میں پھنسے ہوئے دکھ اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں - ایک طرف تو مجھے وہ لوگ نظر آئے تھے جو قبروں میں ہوشیار و فرزانہ تھے کے باوجود بھی زندہ ہیں - اور ایک طرف تو وہ لوگ جو باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے بے ہوش اور باوجود زندہ ہونے کے مردہ تھے - ایک طرف تو وہ گروہ تھا جنھوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے آپ کو مارا اور دنیا کو زندہ کر دیا - مگر دوسری طرف وہ جماعت تھی کہ جنھوں نے باوجود مردہ ہونے کے اپنے آپکو زندہ سمجھا اور اپنے فائدہ کی خاطر اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا

غرض دہلی کا ایک ایک آدمی اور ایک ایک مکان اور ایک ایک گلی - اور ایک ایک مقبرہ اور ایک ایک خانقاہ اور ایک ایک مسجد الگ شان خدا نمائی رکھتی تھی - جو میرے دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہتی تھی - غرض بہت سی کیفیتیں میرے دل میں پیدا ہوئیں مگر وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ میر قاسم علی صاحب جو کہ ایک پرجوش اور مخلص احمدی ہیں - دہلی میں میرا لکچر کرانے کی بھی تجویز ہوئی ہے چونکہ میں نے وہاں صرف ایکدو دن ٹھہرنا تھا - اسلیے ہفتہ کی رات کو لکچر قرار دیا - اور مضمون "اسلام اور آریہ مذہب" قرار پایا - جمعرات کو ہم سب لوگ نظام الدین اولیا - ہمایوں بادشاہ - منصور اور خواجہ قطب الدین صاحب کے مقابر دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے - سب سے پہلے تو وہ قلعہ دیکھا کہ جہاں لودہی خاندان کے بادشاہ رہا کرتے تھے اور جہاں ہمایوں بادشاہ نے بھی اپنی جائے رہائش بنائی تھی - یہ قلعہ بذات خود ایک عبرت مقام ہے بلکہ نہایت ہی عبرت کا مقام ہے - یا تو کسی وقت اسکی وہ شان و شوکت تھی - کہ ہندوستان کے عظیم الشان بادشاہ اسمیں رہتے تھے - اور یہ ان کا عشرت کدہ تھا لیکن آج یہ حالت ہے وہ فصیل جو سخت خطرناک اور طاقتور دشمنوں کی روک تھام کیلیے بنائی گئی تھی - اب نہایت شکستہ حالت میں ہے پتھر گرے ہوئے ہیں کہیں سے تو بہت ہی گری ہوئی ہے اور کہیں ذرا اچھی حالت میں ہے لیکن پھر بھی اتنا ضرور ہے کہ دیوار کی چوڑائی نصف سے بھی کم رہ گئی ہے - کیونکہ بہت کثرت کے ساتھ پتھر گر گئے ہیں خیر یہ تو باہر کی حالت ہوئی - اندر کا نظارہ اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہے - یعنی وہ قلعہ جہاں وہ لوگ رہتے تھے کہ جن کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کے سر جھکتے تھے اس میں گوجر رہتے ہیں - کوئی زمانہ ایسا ہوگا کہ اس قلعہ کی صفائی کا ایسا خیال رکھا جاتا ہوگا - کہ ایک تنکا تک نظر نہ آتا ہوگا

مگر آج تو یہ حالت ہے کہ جا بجا گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ جگہ پر مویشی بندھے ہوئے ہیں۔ سوائے چند تاریخی عمارات کے سب عمارتیں مسمار ہیں۔ اور ان کے ملبہ سے اُن گوجروں نے اپنے رہائشی مکان بنائے ہیں۔ سبحان اللہ وہی ہے جس کے اٹھانے کے لیئے ان ہی لوگوں کے باپ دادا ہزار کوشش کرتے ہونگے اور شاہی مزدوروں میں داخل ہونا چاہتے ہوں گے۔ آج یہ لوگ اس کے مالک بن رہے ہیں۔ اور وہ جگہ جسمیں داخل ہونے کے لیے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو مہینوں وزیروں امیروں کو منت و سماجت کرنی پڑتی ہوگی۔ آج اس جگہ پر گویا گوجروں کا قبضہ ہے۔ اس قلعہ میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔ جس کے صحن میں ایک حوض بنا ہوا ہے مگر بالکل خشک رہتا ہے۔ مسجد تمام اعلیٰ قسم کے رنگ سرخ کی ہے اور جگہ جگہ اعلیٰ قسم کے نقوش ہو رہے ہیں اس کے علاوہ اس قلعہ میں وہ برج بھی محفوظ ہے جسپر سے ہمایوں بادشاہ گرا تھا یہ ایک چھوٹا سا برج ہے سیاروں کی گردش دیکھنے کے لیے بنایا گیا تھا یہ بھی سرخ رنگ کا پتھر ہی کا زینہ ہے اور جس زینہ پر سے ہمایوں کا پاؤں پھسلا تھا وہاں سے سیڑھی کاٹ کر نشان بنایا ہوا ہے جو کہ ایسا خطرناک ہے۔ کہ مجھے خوف ہے۔ کہ کسی وقت نا واقف سیاح کیساتھ وہاں ہمایوں سا ہی واقعہ پیش نہ آئے خیر ان چیزوں کے دیکھتے ہوئے اور خدا کی قدرت پر تعجب کرتے ہوئے ہم آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر ہمایوں بادشاہ کا مقبرہ تھا۔ جو نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اور پرانے بادشاہوں کی شان و شوکت پر دلیل ہے اسکو دیکھا اور آگے چلے۔۔ اب جس چیز کے دیکھنے کا ارادہ تھا یہ کوئی دنیاوی بادشاہ کا مقبرہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی شاہی عمارت تھی نہ کوئی پرانا قلعہ تھا۔ بلکہ یہ ایک نہایت برگزیدہ کا مزار تھا جس نے اپنے زہد اپنے تقویٰ اپنی پرہیزگاری اور اپنے

"اخلاص اور محبت الٰہی کی وجہ سے محبوب الٰہی کا لقب حاصل کیا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ فوت ہو گئے لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ آپ لاکھوں نہیں کروڑوں زندوں سے بڑھ کے زندہ ہیں۔ آپنے قرب الٰہی سے وہ درجہ حاصل کیا۔ کہ خدا نے آپکے لیے موت حرام کر دی میرا مطلب ان بزرگ سے حضرت نظام الدین اولیا سے ہے والد صاحب حضرت مسیح موعود کو بھی آپ سے ایک خاص اُنس تھا۔ بلکہ آپ ان کے حجرے میں تشریف لیگئے تھے اور وہاں دعا بھی مانگی تھی۔ غرض آپکے مقبرے کی سیر کرتے ہوئے دل میں بار بار جوش آتا تھا کہ ایک تو وہ بادشاہ ہے کہ جس کے آگے شاہانِ زماں کے سر جھکتے تھے اور انکی قبر گو کیسی عالیشان عمارت کے نیچے ہے مگر ویران اور یہ ایک فقیر ولی اللہ ہیں کہ گو بادشاہ ہمایوں سے بھی پہلے گذرے ہیں۔ لیکن اب تک ان کے مقبرے پر وہ رونق ہے کہ ایک گاؤں کا گاؤں بسا ہوا ہے۔ خواہ کم فہم لوگ آپکی قبر کی زیارت کو کسی غرض کے لیے آئیں لیکن وہ جو دعائیں مانگ مانگ جاتے ہیں۔ اس کا ثواب تو بہرحال آپ کو ملتا ہی رہتا ہوگا اس جگہ مشہور شاعر خسرو کے مزار کو بھی دیکھا یہ بھی حضرت نظام الدین صاحب کے خلفا میں سے تھے اور ایک چیز یہاں عجیب دیکھی وہ دنیا طلبی کا ایک نقشہ تھا۔ یعنی یہاں ایک باؤلی ہے جس کے ایکطرف ایک دیوار چلی جاتی ہے جو قریباً پچاس فٹ اونچی ہوگی۔ اتنی بڑی اونچائی پر سے چند لڑکے کچھ پیسے لیکر کودتے ہیں اور ان کا یہی پیشہ ہے انسان کے لیے یہ تدبر کا مقام ہے کہ دو چار پیسوں کے لیے ایک لڑکا پچاس فٹ اونچا جاتا ہے اور پھر زور سے پانی میں کود پڑتا ہے اور پھر اپنے آپ کو بچانے لیے تیر کر باہر آجاتا ہے۔ یہ سب کچھ کس لیے چند پیسوں کیلیے تو پھر وہ ہزاروں ہزار احسانات جو خدا انسان پر کرتا ہے اور وہ بیشمار انعامات کہ جن کا وعدہ کرتا ہے ان کے بدلہ میں غافل انسان ایک پتہ تک نہیں توڑنا چاہتا افسوس افسوس

دنیا کی کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے کہ یوں تو ایک کام لوگ تفریحاً دو دو کرتے رہیں گے لیکن اگر خدا کی طرف سے حکم آجائے کہ یوں ضرور کیا کرو تو بہت سے آدمی فوراً اس کام کو چھوڑ دیں اور سو سو بہانہ بنانے کے لیے تیار ہو جاویں۔ خیر اس جگہ کی سیر کر کے آگے روانہ ہوئے اور منصور کے مقبرہ کی سیر کی یہ مقبرہ نواب منصور علی خاں صفدر جنگ کا ہے ایک تو وہ زمانہ تھا کہ مسلمان ہر بات میں کمال رکھتے تھے۔ مگر آج وہ زمانہ ہے کہ جس بات میں دیکھو زوال ہی زوال ہے۔ نہ علوم و فنون کا شوق ہے نہ صنعت حرفت کا نہ انجینیری میں دخل ہے۔ تو نہ زراعت و باغبانی سے واقفیت ہر بات میں اپنے ہمعصروں سے پیچھے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ خدا کو چھوڑ بیٹھے ہیں جسکی وجہ سے خدا انکو بھی چھوڑ بیٹھا ہے۔ ورنہ اس قدر جلدی اس حالت سے اس حالت تک پہنچنے سے کیا مطلب۔ افسوس اب بھی اس موقع کو ہاتھ سے دے رہے ہیں اور وقت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ قصہ کوتاہ ہم اس جگہ سے چلکر آگے چلے اب جو جگہ دیکھنے کے قابل آئی تھی وہ قطب مینار ہے جسکے راستہ حضرت صاحب کو پچھلی دفعہ نہایت مبارک اور مبشر الہام ہوا یعنی دست تو دعائے تو ترحم از خدا۔ راستہ میں سڑک کے کنارہ پر مقبرے ہیں جن کا نام بیوی باندی کا مقبرہ مشہور ہے جو باندی کا ہے وہ تو بڑا ہے اور جو بیوی کا ہے وہ بہت چھوٹا سا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ ایک لونڈی تھی جو اپنی بیوی کو بہت پیاری تھی تو میاں نے بیوی کی خاطر سے اس کا مقبرہ خوب اچھی طرح بنوایا لیکن جب وہ بیوی مری تو اس کا مقبرہ بہت چھوٹا سا بنوا دیا کیونکہ اسسے کچھ محبت نہ تھی بلکہ کسی قسم کا لحاظ تھا۔ جب لحاظ نہ رہا تو اب کسی دکھاوے کی کیا ضرورت رہی۔ یہ واقعہ بھی بڑی عبرت کے قابل ہے والد صاحب حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ کے بڑے بھائی کے رعب سے بہت لوگ انکی وفات پر اظہار افسوس کرنے آئے لیکن جب وہ خود فوت ہوئے تو چونکہ حضرت صاحب کا دنیاداری سے کچھ تعلق نہ تھا اور لوگ آپ کا اس قسم کا رعب نہ مانتے تھے کوئی پوچھنے تک ہی نہیں آیا کہ کیا حال ہے اور یہ واقعات ہمارے سامنے روز ہوتے ہیں۔ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ایک معزز شخص کی زندگی میں تو اگر ان کے نوکر کو بھی پھوڑا یا پھنسی نکل آوے تو بڑے بڑے معززین دوستی اور محبت جتلانے کے لیے فوراً حاضر ہوتے ہیں کہ سنا ہے کہ آپکے نوکر کو تکلیف ہو گئی ہے ہمیں سنکر صدمہ ہوا بڑا وفادار نوکر ہے اور اس قسم کی سو باتیں بناتے ہیں لیکن اگر اسکا سایہ اٹھ جاوے تو اگر اس کا اکلوتا بیٹا بھی دکھ اور مصیبت میں ہو اور تکلیفوں نے اس کی کمر بھی توڑ دی ہو۔ تب بھی کچھ توجہ نہیں ہوتی یا تو محبت کے دعوے ہوتے ہیں یا ایک ذرا سی مدت میں بات نفرت و حقارت کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ مگر یہ انہیں لوگوں کی بات ہے کہ جن کے دل نور ایمان سے خالی ہوتے ہیں اور دنیا طلبی ان کے خمیر میں ہوتی ہے۔ جن کو اس شخص سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اس کے جاہ و جلال سے ہوتی ہے ورنہ مجنوں کو تو سگ لیلیٰ تک بھی پیارا تھا تو لیلیٰ کی محبت خود سمجھ میں آسکتی ہے واقعی سچی محبت اور اخلاص تو چہرے سے پہچانا جاتا ہے۔ دیکھو آنحضرت صلعم کی زندگی تھی۔ حاتم طائی کوئی بزرگ انسان نہ تھا نہ اولیا ابرار میں سے تھا۔ اس میں ایک نیک صفت سخاوت کی تھی۔ اسکی قوم نے آنحضرت کو بہت تکلیفیں دیں۔ بلکہ بعض تو اس قوم کے آدمی آنحضرت کی وفات تک مسلمان نہیں ہوئے اور حضرت عمر نے جب دمشق کو فتح کیا تب جا کر مسلمان ہوئے۔ آپ کے پاس حاتم طائی کے قبیلہ کے بہت سے زن و مرد ایک لڑائی کے بعد قید ہو کر آئے۔ آپ نے ان لوگوں میں حاتم طائی کی بیٹی کو دیکھا۔ تو فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ حاتم جیسے آدمی کی بیٹی قید میں۔ آپ نے حکم دیا کہ اسکو تو چھوڑ دیا جائے۔ مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ جبتک میری قوم کے لوگ قید میں ہیں آزاد ہونا نہیں چاہتی۔ آپ نے اس بات پر سب کو چھوڑ دیا یہ کیا تھا وہی محبت تھی جو سخاوت کی وجہ سے آپ کو حاتم طائی

سے بھی جس نے اسکے مرنے کے بعد جبکہ اس کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ آں حضرت کو مجبور کیا کہ اسکی لڑکی بلکہ اس کی کل قوم کو چھوڑ دیں۔ اور قید غلامی سے آزاد کر دیں اور صرف آنحضرت کی یہیں تک نیکی نہ تھی آپ کا اثر آپ سے گذر کر صحابہ پر بھی جا پڑا تھا (کاش میری قوم بھی اسے رنگ سے رنگین ہو اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپکے غلام مسیح موعود کے نیک صفات سے حصہ لے (آمین) چنانچہ ایک موقع پر جبکہ ایک عیسائیوں کی قوم قید ہو کر آئی تو اسکے بادشاہ کی لڑکی بھی اُن قیدیوں میں تھی۔ جو کہ ایک ادنیٰ صحابی کے قبضہ میں آئی اسے یہ بات ناپسند ہوئی۔ آنحضرت سے درد دل بیان کیا آپنے اُسے آزاد کروا دیا۔ اس کے باپ کو خبر ہوئی تو صدق دل سے مسلمان ہوا۔ اور اپنی لڑکی کو ازواج مطہرات میں داخل کرنیکی خواہش ظاہر فرمائی۔ آں حضرت اسکی شش و پنج میں تھے کہ لشکر میں یہ خبر پھیل گئی۔ صحابہ نے اپنی محبت کے جوش میں سب قوم کی قوم کو آزاد کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کی قوم کے لوگ ہمارے غلام نہیں رہ سکتے آپنے بھی اس خبر کو سنکر اس سے بیاہ کر لیا غرض کہ نیک لوگونکی محبت نہایت بے غرضانہ ہوتی ہے اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اس سے یہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے کہ اصل تعلق خدا سے پیدا کرے کیونکہ اس پر تو فنا نہیں نہ تو وہ فوت ہوگا نہ اسکی عظمت و شان جاتی رہے گی کہ دنیا کو اس انسان سے بے رخی کرنے کا موقعہ ملے بیشک ایک آقا فوت ہو سکتا ہے ایک سردار کی اپنی عظمت جا سکتی ہے ایک باپ پر قضا الٰہی اپنا کام کرتی ہے ایک بھائی کو دنیا چھوڑنی پڑتی ہے ایک دوست بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا لیکن خدا تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے نہ وہ مرتا ہے نہ اُسکی عظمت کم ہوتی ہے۔ اسلیئے جو اسکا دوست بنے اور اس سے تعلق رکھے دنیا اُس پر اس وجہ سے ظلم نہیں کر سکتی کہ اب وہ

جس کے باعث اس کا لحاظ تھا نہیں رہا تو اب اس کا لحاظ۔ بات بڑھ گئی مگر میرا مطلب نصیحت ہے اگر کوئی فائدہ اُٹھائے تو فبہا ورنہ میرا کچھ نقصان نہیں بلکہ خود اسکا نقصان ہے میں تو اس نصیحت کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اے میرے بھائیو! خواہ وہ مجھسے چھوٹے ہو یا بڑے جس سے محبت کرو سچی کرو موقعہ دیکھے کی محبت نہ ہو کیونکہ جو انسان سچی محبت نہیں کر سکتا کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تعالیٰ سے سچی محبت کر سکے الغرض ہم قطب مینار پر پہنچے یہ دنیا کی بے نظیر عمارتوں میں سے ہے اس سے اونچی کوئی عمارت نہیں۔ اس کے اب سات کھنڈ ہیں اب صرف پانچ رہ گئے ہیں نیچے کا کھنڈ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں قطب الدین ایک نے بنایا ہے اور باقی اوپر کے کھنڈ سلطان شمس الدین التمش نے بنائے ہیں یہ ایک مسجد کا کھنڈ ہے اس جگہ پر ایک مسجد بنانے کی تحریک تھی کہ نامکمل ہی رہی اس مینار کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اسقدر اونچا مینار کس طرح بنایا گیا یورپین سیاح بھی دیکھکر سخت حیران ہوتے ہیں۔ ہمارا تو بے اختیار سبحان اللہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ وہ عرب کا رہنے والا انسان جسکی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسے بعض اوقات فاقہ تک گزر جاتا ہے ایسا پاک اور خدا رسیدہ انسان تھا۔ اس کے وجود میں خدا نے ایسی برکتیں پوشیدہ رکھی تھیں کہ خدا نے اس گمنامی کے مقام سے نکال کر اسے اونچے مقام پر کھڑا کیا کہ اس کے غلاموں کے غلاموں نے آپکے نام کو ہندوستان جیسے بت پرست ملک میں آکر پھیلایا اور انکی کوششوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں مشرکوں نے ہندوستان میں بیٹھے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کے نعرے مارے اور جن کے وجود سے ہندوستان میں ہزاروں مساجد تیار ہوئیں۔ چنانچہ یہ مینار ایسی ہی یادگار ہے اگرچہ اس مینار سے دو نیچے کے دو اور مینار ہیں ایک مصری ہیں ایک اُنکی میں لیکن جو خوبی اور عمدگی اسکو ہے وہ اور کسی

نہیں اس کے پاس ایک اور چھوٹی سی لاٹ ہے یہ لوہے کی بنی ہوئی ہے اور ہندوں کے زمانہ کی ہے اور ایک مندر کے صحن میں ہے جو خود خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دلیل ہے کیونکہ اب اسکی بعض دیواروں پر بڑے جلی حرفوں میں لا الہ الا اللہ نظر آتا ہے - یہاں سے ہم آگے خواجہ قطب الدین صاحب کے مزار پر گئے جو کہ خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفہ گزرے ہیں ان بزرگوں پر خدا کے لاکھوں لاکھ فضل ہوں ہندوستان میں اسلام پھیلانے کا ذریعہ یہی لوگ ہوئے ہیں اسوقت جبکہ اسلام کے نام سے ہندو متنفر تھے اور وحشی جانور کی طرح دور بھاگتے تھے - انھوں نے اپنے تقویٰ زہد عبادت نیک نفسی کیوجہ سے انھیں رام کیا اور ہزاروں ہزار مخلوق کو اپنی طرف کھینچ لیا اور دائرہ اسلام میں داخل کیا - جزاہم اللہ احسن الجزا ان لوگوں کے حالات پڑھ کر دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے کوئی خواہش نہیں کوئی غرض نہیں بس خدا کے لیے انھوں نے اپنے اوپر موت قبول کی مگر پھر زندگی بھی وہ ملی کہ اسے کوئی ختم ہی نہیں کر سکتا - انکی وجہ سے جو ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے ہدایت پائی حدیث صحیح کی مطابق وہ انکی اولاد جو نیک عمل کرتے ہیں اسکا ثواب انھیں بھی پہنچ رہا ہے نہ معلوم کتنے لاکھوں بزرگ اس ملک ہندوستان میں گزرے ہیں ان سب کے اعمال کا اجر وہ بھی پا رہے ہیں کاش کہ ان لوگوں کی قبروں کو دیکھکر لوگ بجائے شرک کرنے کے دعا کیا کریں کہ خدا انھیں بھی وہی دے - اس جگہ پر ایک بات افسوس کے قابل بھی یہاں کے مجاور جنھیں خواجہ صاحب کے خاندان سے ہونیکا دعویٰ ہے - اب روحانیت سے اسقدر دور جا پڑے ہیں کہ سوال سے انھیں عار نہیں ہا اور سوال بھی پھر زور سے کرتے ہیں - شائد انکا دکا آدمی ہو تو اسے اپنے کپڑے بچانے بھی مشکل ہو جاویں - یہ بھی خدا کی شان ہے جو لوگ عفیف اٹھے ان کے اپنے بیٹے اب اس حالت میں ہیں مگر بُعد زمانہ سے یہ بات کچھ بعید بھی نہیں - یہاں سے قریب ہی شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کا مزار ہے اسے بھی دیکھا اور کچھ مساجد ہیں انکے دیکھنے کے بعد واپس آئے - جمعہ کے دن ہفتہ کی رات کو نکلسن کمرہ میں میرا لکچر تھا وقت پر وہاں پہنچے تو چھ سات سو آدمی موجود تھا - بعض رؤسا دہلی بھی آئے تھے لکچر انشاء اللہ تشحیذ الاذہان میں چھپ جاوے گا میں نے جسطرح خدا تعالیٰ نے سمجھایا وہاں بیان کیا کہ مذہب کیا ہے اور سچی مذہب کی نشانی یہ ہے کہ وہ انسان کو خدا تک پہنچائے اور اس سے تعلق پیدا کروائے اور بنی نوع انسان میں نیکی اور امن قائم کرے اور چونکہ قرآن شریف ہمیں خدا تک پہنچاتا ہے لیکن برخلاف اس کے آریہ مذہب کے اصول ہمیں خدا تعالیٰ سے متنفر کرتے ہیں اس لیے اسلام تو سچا مذہب ہے اور آریہ مذہب نہیں مثلاً اسلام خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق نہایت پاک تعلیم دیتا ہے لیکن آریہ مذہب خدا کو خلقیت سے جواب دیکر تناسخ کا قائل ہو کر ابدی نجات کا انکار کر کے توبہ کو لغو قرار دیکے ہمیں خدا تعالیٰ متنفر کر دیتا ہے جس سے اسکی لغویت ثابت ہوتی ہے - اسی طرح اسلام اور آریہ مذہب کی تعلیم کا مقابلہ کر کے دکھایا گیا کہ اسلام تو دنیا میں امن قائم کرتا ہے لیکن آریہ مذہب فساد ڈلواتا ہے چونکہ مضمون لمبا ہوتا ہے اس لیے میں اس خلاصہ کو بھی یہیں چھوڑتا ہوں - چونکہ حضرة خلیفة المسیح کا حکم تھا اسلیے ہفتہ کو قصور کی طرف روانہ ہوا جہاں کے احمدیوں نے ایک جلسہ کیا تھا بارہ تاریخ کی شام کو جلسہ تھا صبح کو وہاں تھوڑی دیر تک لاہور اور فیروزپور کی جماعتوں سے بہت سے آدمی اور بھی آئے -

یہ جگہ چونکہ وہی ہے جہاں مولوی نظام دستگیر قصوری ہوا ہے اس لیے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ یہاں جلسہ ہوا یہ بھی احمدیوں کی ایک بڑی فتح ہے غالبًا اسکی روح بھی اُس دن بے چین ہوگی ایک بات جو یہاں عجیب معلوم ہوئی یہ بھی کہ ایک مولوی صاحب نے اس جلسہ میں توحید کا لکچر دینے کا ارادہ کیا تھا (آپ غیر احمدی ہیں) مگر خدا کی قدرت لوگوں کے کہنے سننے سے آخر انکار کر دیا۔ سبحان اللہ ایک انسان کو خدائی صفات دیکر آسمان پر چڑھانیوالی قوم خدا نے توحید پر بولنے تک کا موقع تک نہ دیا مگر مجھے تو ان لوگوں کے بغضوں اور کینوں پر تعجب ہے خدا کا شکر ہے کہ ایسی جگہ میں جہاں لوگ انسانوں سے ڈر کر خدا کی توحید تک بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں احمدی جماعت بہت ہی مخلص ہے خدا کرے انہیں دن رات ترقی ہو میرا مضمون یہاں تقوی پر تھا جو انشاءاللہ تشحیذ الاذہان میں چھپ جاویگا۔ میں شام کو پھر روانہ دہلی ہوا وہاں دوبارہ میرے لکچر کی تجویز ہوئی اور اب کی مرا لکچر اسلام اور عیسائیت پر تھا اس کا بھی لوگوں پر اثر اچھا ہوا۔ دہلی کی پبلک اس بات پر بہت حیران تھی کہ یہ لوگ ہماری طرح آنحضرت صلعم کی عزت کرتے ہیں۔ افسوس لاعلمی نے لوگوں کو تباہ کیا نادان نہیں جانتے کہ ہم ان سے کہیں بڑھکر عزت کرتے ہیں، چونکہ بات بہت بڑھ گئی اس لیے میں مضمون کو ختم کرتا ہوں اتوار کی شام کو ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ دہلی کے باخلاص احمدی جو چند ایک ہی ہیں سٹیشن پر چھوڑنے آئے ریل کے چلتے وہیں رہے میں اگرچہ دہلی سے چلا تو سہی مگر یہ دعا کرتا ہوا کہ خدا وہ دن لائے کہ اس شہر کو پھر ہدایت دے اور اس میں پھر اسی قسم کے برگزیدہ لوگ ہوں جنکے مزار بکثرت وہاں پائے جاتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ اب وہ دہلی وہ دہلی نہیں رہی جو حضرت صاحب کے جانیکے وقت تھی بلکہ اسمیں کئی روحیں سعادت کی طرف جھک رہی ہیں۔ اب مضمون کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس مضمون کا اثر تم پر بھی کرے جس سے میں نے یہ مضمون لکھا ہے کاش کہ تم لوگ واقف ہو کہ میں تمہاری خیر خواہی کیلیے کیا درد محسوس کرتا ہوں میں نے جو کچھ لکھا ہے سچے جوش اور خیر خواہی سے لکھا ہے۔ ورنہ میں تو اُن لوگوں میں سے ہوں جو پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ان اجری الا علی اللہ۔

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد عفی اللہ عنہ

دارالامان کا ہفتہ

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی علمی مشورہ کے واسطے چند یوم کے لئے لاہور تشریف لیگئے ہیں۔

(۲) حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے مولوی شیر علی صاحب ناظر اعلیٰ نے سالانہ جلسے کے متعلق ایک اعلان شایع کیا ہے جس میں سالانہ جلسے کے انعقاد کی تاریخیں ۱۵-۱۶-۱۷ مارچ ۱۹۱۹ء بروز ہفتہ۔ اتوار۔ پیر مقرر کیگئی ہیں امید ہے کہ احباب سالانہ جلسہ کو بارونق بنانے کی کوشش کریں گے۔

(۳) حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان سے روانہ ہونے سے پہلے بعد نماز عصر ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ جس کا خلاصہ ہماری اپنی زبان میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفروں میں اپنے بعد ایک امیر مقرر فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات بظاہر معمولی نظر آنیوالے صحابہ کو حضرت ابوبکر حضرت عمر جیسے آدمیوں پر امیر مقرر کر دیا جاتا تھا۔ میں نے پہلے سفروں میں بھی اسی طرح امیر مقرر کیے ہیں۔ اور ہر سفر میں نئے شخص کو امیر مقرر کیا ہے۔ پہلا امیر اس لئے علیحدہ نہیں کیا گیا کہ وہ لائق نہ تھا بلکہ ضرور تھا بلکہ اسلئے کہ جماعت میں اسطرح اطاعت کا رنگ پیدا ہو۔ ایک سفر میں میں نے خلیفہ رشید الدین صاحب کو امیر مقرر کیا اور ایک سفر میں مولوی شیر علی صاحب کو اس طرح ایک سفر میں مولوی سید سرور شاہ صاحب کو اسی طرح اب بھی جبکہ میں علمی مشورہ کیلئے لاہور جا رہا ہوں اپنے پیچھے قاضی سید امیر حسین صاحب کو امیر قادیان مقرر کرتا ہوں میرے بعد ہر ایک کام اوسی طرح ہوگا جیسا پہلے ہوتا تھا۔ مثلاً اگر کوئی کام صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ہے تو وہ اوسکے افسر کرینگے امور عامہ کے ماتحت ہے تو وہ افسر امور عامہ کریگا۔

اسی طرح اور صیغوں کے افسر اپنا اپنا کام جسطرح کرتے ہیں کرینگے۔ قادیان کی جماعت کو کوئی فوری ضرورت اگر کسی قسم کی پیش آوے تو اوسکے لئے قاضی سید امیر حسین صاحب کی رائے واجب الاطاعت ہوگی۔ بشرطیکہ وہ اپنی کوئی خاص رائے دیں اگر کسی آدمی کے سپرد اس معاملہ کو کر دیں تو اوسکا فرض ہوگا۔

بعض لوگ خلیفہ کے بعد امیر سے وہ کام کرانا چاہتے ہیں جو خلیفہ کا کام ہے۔ خلیفہ اور امیر میں فرق ہے آنحضرت صلعم جب کوئی دو شخص سفر کو جانے لگتے تو ان میں بھی امیر مقرر فرماتے۔ قادیان کا امیر ویسے ہی اختیارات رکھتا ہے جیسا کہ ہم اگر کوئی امیر سیالکوٹ میں مقرر کر دیں تو وہ صرف وہاں کی مقامی جماعت کا امیر ہوگا۔ دوسری جماعتوں سے اوسے کچھ تعلق نہ ہوگا۔ اسیطرح قادیان کا امیر ہے لیکن چونکہ قادیان مرکز ہے اسلئے اسکو ایک فوقیت حاصل ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر باہر کسی جماعت میں کوئی فوری ضرورت پیش آوے تو اوسکا وہ انتظام کریگا۔ اور یہ فوقیت مرکز کی وجہ سے ہے ورنہ امیر خلیفہ نہیں ہوتا۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں امیر بنانے سے آزادی نہیں رہتی میں کہتا ہوں کہ آزادی بھی تو ایک چیز ہے۔ آج ایسی آزادی جیسے انگلینڈ، فرانس، امریکہ میں ہے اور کہاں ہے جرمن میں ایسی آزادی کہاں ہے جہاں ہر ایک آدمی ایک دوسرے کے تباہ کرنے کی فکر میں ہے آزادی اسی میں ہے سلطنت اور قانون کی حفاظت میں آدمی جو چاہے کرے پس امیر آزادی کو روکتا نہیں بلکہ اصل آزادی اسی میں ہے۔

آخر میں پھر اعلان کرتا ہوں کہ میرے اس سفر میں قاضی سید امیر حسین صاحب میرے بعد قادیان کی جماعت کے امیر ہونگے۔

(۴) ایڈیٹر صاحب الحکم حضرت کے حکم کے ماتحت پہلے جموں پھر سیالکوٹ وہاں سے قادیان ہوتے ہوئے ہوشیارپور تشریف لیگئے ہیں یہ اخبار بھی آپ کی غیر موجودگی میں ہی شایع کیا جاتا ہے۔

(۵) جلسہ کمیٹی نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔